

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

از

محمد عماد الحق مفتی

اسٹنٹ پروفیسر، عثمان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (ہمدرد یونیورسٹی)

وزیٹنگ فیکلٹی ممبر آف شیخ زاید اسلامک سینٹر، یونیورسٹی آف کراچی

اس میں دورائے نہیں ہیں کہ کسی قوم کی ترقی اور ملک کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ قومی اتحاد و یگانگت کو فروغ دیا جائے اور ان اوصاف کے بغیر کوئی قوم زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ اتحاد و یک جہتی کے بغیر قوم اندرونی خلفشار کا شکار ہو کر نہ صرف اپنا قومی تشخص کھو بیٹھتی ہے بلکہ دوسری قوموں اور ملکوں کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔ قومی اتحاد و یک جہتی اور اتفاق کے معنی ہیں کہ ملک کے تمام شہری اپنے ذاتی و گروہی، خاندانی و علاقائی وقار کو بالائے طاق رکھ کر ملکی مفاد کے خاطر کام کریں اور اپنے مستقبل کو قومی مستقبل سے وابستہ کر کے قومی وقار کو ہر چیز پر فوقیت دیں۔ اتحاد و اتفاق ہی سے قومی نصب العین کا حصول اور قومی وقار کی سر بلندی حاصل ہوتی ہے۔ اتحاد و اتفاق اور قومی یک جہتی ہر اجتماعی مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ آپس کا تعاون اور مل جل کر کسی مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش ہی کا نام یکجہتی ہے۔ پاکستان کے عوام قومی اتحاد و یکجہتی کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے یہ احساس زیادہ شدید ہو گیا ہے کہ ملک میں ایسی سیاسی و مذہبی ہم آہنگی کی فضا پیدا کی جائے جس سے ہمارا قومی وجود زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو جائے تاکہ کوئی دشمن

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

ملک اور قوم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اسی اتحاد و یکجہتی کی بدولت تمام مسلمان ایک اسلامی رشتہ سے منسلک ہیں اور اس اتحاد و یکجہتی کی ابتدا مٹھی بھر مسلمانوں سے ہوئی لیکن ۲۳ سال کی مختصر سی مدت میں سارے عرب اپنے اختلافات بھلا کر اسلام کے پرچم تلے جمع ہو گئے اور کچھ ہی عرصہ بعد دنیا نے یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ عرب وہی بدو جو قیصر و کسریٰ کے غلام تھے، روم و ایران کے تخت و تاج کے مالک بن گئے۔ اسلام نے رنگ و نسل قبیلے ذات امیر و غریب آقا و غلام کی تفریق مٹا کر ان میں وہ یکجہتی پیدا کر دی جسکی علامت مسلمانوں کی باجماعت نماز ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق سے متعلق میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے چند اصول اور مبادی ذکر کر دوں کہ جس کے سمجھے بغیر نہ تو مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے اور نہ ہی موجودہ صورتحال عالمی امن کا ضامن ہو سکتی ہے۔

- ۱۔ دین پر عمل کا معیار صحابہ کرام ہیں۔
- ۲۔ صحابہ کرام کی عدالت پر آپ ﷺ کا قول فیصل۔
- ۳۔ صحابہ کرام کے درمیان چند معاملات میں اختلاف رائے کی پیشین گوئی بذات خود آپ ﷺ نے کی ہے یہاں تک کہ بعض معاملات میں اختلافات کی صورت میں قول فیصل صحابہ کرام کا اجماع بھی رہا ہے اور یہ اجماع بھی امت محمدیہ کا خاصہ ہے جو کہ اس سے ماقبل شرائع میں ہمیں نہیں ملتا ہے۔
- ۴۔ مسالک کا ہونا اسلام کی افضلیت اور حقانیت کی واضح دلیل ہے۔
- ۵۔ مسالک کو برداشت نہ کرنا اور اختلاف رائے نہ رکھنا معاشرے کے لئے زہر قاتل ہے اور مختلف المسالک کا ہونا اور اختلاف رائے کا پایا جانا معاشرے کے لئے تریاق ہے۔
- ۶۔ اسلام اور ایمان دو مختلف چیزیں ہیں اور یہ دونوں شریعت کو مطلوب ہیں۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

۷۔ اختلاف رائے کا احترام ہی دنیا میں امن و امان کا ضامن ہے اور معاشرے کی ترقی کا ایک اہم عنصر اور جزو لاینفک ہے۔

۸۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہے کہ وہ اگر ملت کی یکجہتی اور اتحاد و اتفاق کا اسلامی تصور چاہتے ہیں تو قرآن و سنت کے بتائے ہوئے معروضات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلامی کے احیاء و اعلاء اور اسلامی فرقوں کے لئے ان کے اپنے مذاہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیمات کا انتظام کرے۔

۹۔ اسلامی مملکت میں اتحاد و یگانگت کے لئے وہ مسلمانان عالم میں رشتہ اخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر لسانی، نسلی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔

۱۰۔ اسی طرح ملک کی تمام رعایا کو وہ تمام حقوق حاصل ہونے چاہئیں جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطاء کئے ہیں جن میں تحفظ جان، مال، آبرو، آزادی مذہب، آزادی اظہار رائے، آزادی اجتماع، آزادی اکتساب رزق، ترقی کے یکساں مواقع، اور یہ تمام چیزیں ملت کی یکجہتی کو مضبوط بنا سکتی ہیں۔

۱۱۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہونے چاہئیں جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

۱۲۔ مملکت اسلامیہ بلا امتیاز مذہب و نسل تمام لوگوں کی لازمی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہو۔

چنانچہ میں اپنے اس مدعا کے ثبوت کے لئے فردا فردا ان تمام مندرجہ بالا عنوانات کو تفصیل سے بیان کروں گا جو اصل میں اس موضوع کی روح ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخری کتاب قرآن دے کر اس دنیا میں مبعوث

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

فرمایا اور یہ کتاب ایک مکمل ضابطہ ہے جو کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتا ہے اور تمام روز مرہ افعال سے متعلق احکامات فراہم کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو دین سے تعبیر کیا ہے نہ کہ مذہب سے کیونکہ لفظ دین میں عموم ہے بہ نسبت مذہب کے۔ مذہب کا تعلق اعتقادات اور احکامات سے ہوتا ہے جبکہ دین احکامات اور اعتقادات کے ساتھ ساتھ افعال اور معاملات سے بھی بحث کرتا ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا ہمیں دین کا لفظ ملتا ہے۔

وفی التنزیل العزیز..... ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ ۱

ترجمہ :

دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے

وفی التنزیل العزیز..... ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم

نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ ۲

ترجمہ :

آج کے دن ہم نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں اور منتخب کیا تمہارے لئے اسلام دین۔

اسلام سے قبل جتنے بھی شرائع کا نزول ہوا ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مذہب کے لفظ کو استعمال کیا ہے جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے دین کا لفظ استعمال کیا ہے جن کے لئے ہم نہ صرف اس دنیا میں ہی مکلف نہیں ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی جب قبر میں جو ابدی کا آغاز ہو رہا ہے تو اس میں دین سے متعلق ہی پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارا دین کیا ہے اور تمہارا مذہب کیا ہے۔

اسی دین کا پرچار کرنے کے لیے سرور کائنات محمد رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جب مبعوث فرمایا تو اس وقت مسلک کا وجود نہ تھا اس لیے کہ شارع علیہ السلام دین کسی تشریح اور توضیح کے لئے خود موجود تھے۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

صحابہ کرام کی جماعت کو دین کے معاملہ میں جو بھی توضیحات درکار ہوتیں تو وہ خود آپ ﷺ سے دریافت کر لیا کرتے تھے خواہ وہ معاملہ اجمالی جواب کا متقاضی ہوتا ہے یا تفصیل اور تدلیل کا۔ آپ ﷺ کے جہاں اور بہت سے معجزات ہیں وہاں ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہر قول اور فعل کو جو آپ ﷺ سے صادر ہوا صحابہ کرام کے ذریعے اس کو محفوظ کروالیا اور اب تک ان کے کسی نہ کسی قول و فعل پر عمل کرنے والے اس دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں موجود ہیں اور قیامت تک ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ باقی بھی رکھیں گے اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے قرآن میں کیا کہ ﴿ورفعنا لك زكرك﴾ کہ ہم آپ کے ذکر کو بلند کر دیں گے۔ مندرجہ بالا نظریہ کو مزید سمجھنے کے لیے ہمیں چند چیزیں پہلے بطور تمہید سمجھنا ہوں گی جو کہ ملت کی یک جہتی اور اتحاد و اتفاق کا ایک مکمل اسلامی تصور ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نزول قرآن کے وقت لوگوں کے سامنے جب ایمان کی دعوت کو رکھا تو غیر مومن کو یہ ترغیب دی کہ وہ ایسا ایمان لائیں کہ جو ایمان صحابہ کرام کا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ایمان کا معیار بناتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿واذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس﴾ ۳۔

ترجمہ :

اور جب کہا گیا ان سے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔

اس مندرجہ بالا آیت میں جو لفظ الناس ہے اس میں الف لام عہد ذہنی ہے اور اس الناس سے مراد صحابہ کرام ہیں جن کے ایمان کو بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے اور کوں پیش نہ کیا جائے جبکہ صحابہ کرام کی عدالت پر اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں یہ اعلان کر رہے ہیں۔

وفی التنزیل العزیز :

﴿لقد رضی اللہ عنہ المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة فعلم ما

فی قلوبہم﴾ ۴۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

ترجمہ:

تحقیق راضی ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ آپسے بیعت در رہے تھے درخت کے نیچے سو اس نے معلوم کر لیا جو ان کے دلوں میں ہے۔

وفی التنزیل العزیز ﴿رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ﴾ ۵

ترجمہ:

اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی۔

وفی التنزیل العزیز ﴿ولقد عفا عنکم﴾ ۶

ترجمہ:

اور تحقیق اللہ نے معاف کر دیا تم کو۔

وفی التنزیل العزیز ﴿وقال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا

ما سبقونا الیہ﴾ ۶

ترجمہ:

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے جو ایمان لائے کہ اگر ہوتا بہتر تو نہ وہ پہل کرتے ہم پر اسکی طرف۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اچھے کاموں کی طرف فوری التفات کرنے

والے تھے۔ ”قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم“ ۷

ترجمہ:

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جسکی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو جاؤ

گے۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

تمام مسالک کی بنیادی صحابہ کرام کی آراء پر ہے اور کئی ایسے مسائل ہیں کہ جن کے بارے میں مختلف صحابہ کرام کی آراء بھی مختلف تھیں۔ چنانچہ اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مجتہد مطلق کے اساتذہ کا سلسلہ کسی نہ کسی صحابی پہ ختم ہوتا ہے خواہ وہ عبداللہ ابن عباس ہوں یا عبداللہ ابن عمر ہوں یا عبداللہ بن مسعود ہوں لیکن یہ بات اٹل ہے کہ یہ تمام حضرات ہدایت پر ہی تھے اور ان میں سے جس کسی بھی اتباع کی جائے اس اتباع میں کامیابی ہی ہوگی۔ اگر وہ اتباع خارج میں کسی دوسرے کی اتباع سے مختلف ہو۔

وفی التنزیل العزیز ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ ۱

ترجمہ:

کہ تم ہو اتک ایسی بہترین جماعت کہ جس کو نکالا گیا لوگوں کے لئے۔

قال رسول اللہ ﷺ ----- اصحابی امانة امتی " ۲

ترجمہ:

میرے صحابہ میری امت کے حافظ اور نگہداشت رکھنے والے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ ----- اصحابی کلہم عدول " ۳

ترجمہ:

تمام صحابہ عادل ہیں۔

صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے کی پشتگونی خود آپ ﷺ نے فرمادی تھی۔

اگر ہم آپ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کو دیکھتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور ان میں سے جس کسی کی اتباع کرو گے کامیاب ہو گے تو اس قول مبارک سے واضح طور پر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً آپ ﷺ بذریعہ روحی اس امر پر مطلع تھے کہ کچھ معاملات میرے بعد صحابہ کرام کے درمیان ایسے

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

بھی ہوں گے کہ ان پر صحابہ کرام کا کلی طور پر اتفاق نہیں ہوگا بلکہ اس کام کے بارے میں مختلف صحابہ کرام کی آراء مختلف ہوں گی چنانچہ بداهت اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پھر ان کے بعد بھی یہ اختلاف تابعین میں ہوگا اور پھر یہی اختلاف تبع تابعین میں بھی رہے گا اور یوں مختلف مسالک وجود میں آئیں گے اس لیے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسالک کی بنیاد انہیں ادوار میں رکھی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم اسی مسئلے کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تمام کے تمام مسالک اعتقاد کے اعتبار سے یقینی ہیں اور عمل کے اعتبار سے ظنی ہیں۔ لیکن یہ یقین اور ظن کا قول اس وقت صادر ہوگا کہ جب ایک مسئلہ دو مختلف مسالک کے درمیان دائر ہونہ کہ اس وقت کہ جب ایک مسئلہ پر تمام مسالک کے درمیان اتفاق۔ خود آپ ﷺ کے یہ الفاظ ”بایہم اقتدیتم اہتدیتم“ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی ایک طرف تو آپ مختلف مسالک کی پیش گوئی کر رہے ہیں جس میں اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ ہر شخص اپنے آپ کو حق پر صحیح گردانتے ہوئے دوسرے کو غلط سمجھے گا اور یوں معاشرے میں لوگوں کے درمیان نفرت اور مناظرہ کی فضا پیدا ہوگی جو کہ ملکی اور بین الاقوامی طور پر امن و امان کے لیے خطرہ ہیں چنانچہ خود آپ ﷺ نے اس کے سدباب کے لئے ارشاد فرمادیا کہ جس کسی صحابی کی بھی اقتدار اور اتباع کی جائے اس میں کامیابی کا مرانی کو یقینی سمجھا جائے۔ لیکن کسی شخص کو یہ اختیارات نہیں ہوں گے کہ وہ کسی مختلف عاملین پر تنقید کرے اور یوں بحث و مباحثہ و مناظرہ سے کسی چیز کا آغاز ہو جائے اور جنگ و جدل پر اس کا اختتام ہو جائے۔

چنانچہ مختلف مسالک کی اس بحث کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ تمام مسالک دین کے کئی افراد ہیں اور چونکہ مقصود تمام کے تمام مسالک میں دین ہی ہے اس لیے کہ دین اصل ہے اور تمام مسالک اس اصل کی مختلف توضیحات اور تشریحات ہیں تو عمل کسی بھی مسلک پر ہو رہا ہو اس میں مقصود دین ہی ہوتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں اسے یوں بیان کیا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا مذہب دین بھی ایمان بھی ایک

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

چنانچہ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مختلف مسالک کا ہونا معاشرہ کے امن و امان کے لیے خطرہ نہیں ہے ہاں کسی بھی معاشرے میں مختلف مسالک کے ساتھ ساتھ عفو و درگزر اور religious tolerance کا نہ ہونا اس معاشرے کے امن و امان کے لیے خطرہ ہے۔ پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر یہ مختلف مسالک نہ ہوتے تو اسلام میں flexibility بھی نہ ہوتی اور نہ ہی اسلام کے بارے میں یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ ایک ایسا دین ہے کہ جو قیامت تک کے لیے نازل کیا گیا ہے اور قیامت تک نئے پیش آنے والے مسائل کا حل اس دین میں موجود ہے۔ پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے ظہور پذیر مسائل نے تمام مسالک کے حدود کو آپس میں بہت قریب کر دیا ہے کاوریہ عین ممکن ہے کہ ایک مسلک کے تحت عمل کرنے والے کے چند مسائل ایسے ہوں کی جن کا حل دوسرے مسالک میں موجود ہو۔ مگر یہاں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ یہ مسائل انفرادی نوعیت کے نہ ہوں بلکہ اجتماعی نوعیت کے ہوں اس لیے کہ انفرادی نوعیت کے مسائل کا حل مختلف مسالک کی تعلیمات کے ذریعے نفسانی خواہشات کی عکاسی کرتا ہے جبکہ اجتماعی نوعیت کے مسائل کا حل مختلف مسالک میں عموم بلوئی کی غمازی کرتا ہے۔

چونکہ اسلام سے قبل جتنے بھی شرائع اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کو دیئے تو ان میں مسالک کا وجود نہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ اسی وجہ سے تھا کہ اسلام سے قبل جتنے بھی شرائع نازل ہوئے وہ آخری نہ تھے اور حکمت اس کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام کے توسط سے جتنے بھی شرائع انسانوں کو عطا کیے بشمول اسلام کے تو ان سب کے لیے ایک وقت معین مقرر کیا اس فرق کے ساتھ کہ اسلام سے قبل جتنے بھی شرائع نازل ہوئے ان کے لیے ناخ بعد میں آنے والی شریعت تھی لیکن اسلام کے لیے ناخ کوئی ایسی شریعت نہیں کہ جس کا نزول قرآن کے بعد ہو بلکہ اس کے لئے اللہ

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

تعالیٰ نے جو نسخ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر کیا ہے وہ اس کائنات کا ختم ہو جانا ہے۔ چونکہ یہ کتاب قیامت تک کے لیے آخری کتاب کے طور پر نازل ہوئی ہے تو اس کتاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصول کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی چیزیں مرحمت فرمائیں کہ جن میں flexibility پائی جاتی ہے۔ اور لوگ زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات اور ماحول کے اعتبار سے قیاس، اجتہاد، اجماع اور استحسان کے ذریعے اپنے سامنے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کریں۔ چنانچہ اجتہاد آپ ﷺ کی امت کی خصوصیات میں سے ہے اور اس اجماع اور اجتہاد کی حقانیت پر قرآن و سنت میں بے شمار دلائل پائے جاتے ہیں اور ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

وفی التنزیل العزیز ﴿وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُتَوَكِّلِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ۱۱

ترجمہ:

اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ کے رسول کی بعد اسکے کہ واضح ہو چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اسکو اسی طرف جو راہ اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

وفی التنزیل العزیز ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ ۱۲

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو۔

قال رسول الله ﷺ لا تجتمع امتی علی الضلالة “ ۱۳

ترجمہ:

میری امت ضلالت اور گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی ہے۔

قال رسول الله ﷺ لم یکن الله الجمع امتی علی الضلالة “ ۱۴

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت پر جمع نہیں کریں گے۔

قال رسول الله ﷺ ما راہ المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن

۱۵

ترجمہ:

جس چیز کو مسلمانوں نے حسن سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔

قال رسول الله ﷺ يدالله على الجماعة ومن يشذ شذ في النار ۱۶

ترجمہ:

جماعت اللہ کے زیر سایہ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

عن معاذ بن جبل رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان

الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاذه والقاصية والناحية وياكم

والشعاب وعليكم بالجماعة ۱۷

ترجمہ:

شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ بکریوں کے بھیڑیوں کی طرح کہ اکیلی ہونے والی الگ

ہونے والی اور ایک طرف ہونے والی کو کھا جاتا ہے۔ تم لوگ قبیلوں اور برادریوں میں بٹنے سے بچو تم پر

جماعت کیساتھ ہونا لازم ہے۔

یہ مندر نہ بالاتمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت اجتماعی طور پر خطاء

سے معصوم ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ پوری امت گمراہی پر اتفاق کر لے۔

یقیناً جب معاملہ اجتہاد کا آتا ہے تو مجتہدین کی آراء بھی کسی مسئلہ کے حل کی بابت مختلف

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

ہو سکتی ہیں چنانچہ ایسی صورت میں زیادہ ضرورت tolerance کی ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی رائے کا احترام کرے اور پھر جس مجتہد کی رائے پر اجماع ہو جائے اس کے اجتہاد کے انعقاد کی کوشش کی جائے اور معاشرے میں اس رائے کو نافذ کرنا چاہیے۔ یہاں صرف یہ بات قابل ذکر ہے اور میں یہ چاہوں گا کہ اس کا ذکر اسی مقام پر کروں کہ کسی معاشرے میں انعقاد اجماع کے نفاذ کی شرائط کیا ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں کہ انعقاد اجماع کے وقت کن کن چیزوں کو مد نظر رکھا جائے۔ صاحب حسامی نے اس مسئلے کے ذیل میں چار اقوال نقل کیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

القول الاول:

جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ انعقاد اجماع کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمام مجتہدین کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجائیں۔ بلکہ اگر تمام مجتہدین کسی کام پر اتفاق کرنے کے بعد بقید حیات ہیں بھی تو یہ اجماع منعقد ہوگا۔ اور ان مجتہدین کا اس اجماع سے رجوع کرنا جائز ہوگا۔

القول الثانی:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مجتہدین کا کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجانا انعقاد اجماع کیلئے شرط ہے۔ چنانچہ اگر اجماع کرنے والے تمام مجتہدین میں سے ایک مجتہد بھی زندہ ہوگا تو یہ اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ لیکن کسی کام پر اتفاق کر لینے کے بعد یہ تمام مجتہدین یا ان میں سے بعض یا ان کے علاوہ اس اجماع سے رجوع یا اس اجماع کی مخالفت کر سکتے ہیں اس لئے کہ اجماع ان تمام مجتہدین کے مرنے کے بعد منعقد ہوگا تو زندگی میں اس اجماع سے رجوع بھی درست ہوگا۔

القول الثالث:

تیسرا قول امام ابو اہلحق کا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ اجماع کے انعقاد کے لیے مجتہدین کا مرجانا یہ اجماع سکوتی میں شرط ہے۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

القول الرابع:

چوتھا قول امام الحرمین کا ہے کہ اجماع کی بنیاد اگر قیاس ہے تو اس کے انعقاد کے لیے مجتہد کا مرجعنا شرط ہوگا اور اگر اس کی بنیاد نص قطعی ہے تو تمام مجتہدین کا مرجعنا انعقاد اجماع کے لیے ضروری نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کی زندگی میں بھی وہ اجماع منعقد شمار ہوگا۔

زیر نظر بحث میں ایک اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ اجتہاد اور اس کے بعد اسکے نتیجہ میں رونما ہونے والے اجماع پھر اس اجماع کے معاشرے میں نفاذ کے لئے ماحولیات کا عمل دخل ہونا بھی لا بدی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم اسلام کو ایک آفاقی مذہب گردانتے ہیں تو ہمیں اس globalization میں مسالک کی حدود اور دائرے دو قدرے بڑھانا پڑے گا اور اسے نو مسالک کی محدودات کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ دنیا میں تیزی سے آنے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں یہ ضروری نہیں کہ حنفی مسلک کی اقتداء و اتباع کرنے والے لوگوں کے تمام مسائل کا حل اسی فقہ میں موجود ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ حنفی مسلک کے لوگوں کے چند مسائل کا حل فقہ حنفی میں نہ ہو بلکہ کسی اور مستند فقہ کے اصولوں کے مطابق ہو۔ چنانچہ ایسی صورت میں فقہاء کرام کی ماضی کی رائے پر بھی نظر ثانی کرنی ہوگی کہ تدخل فی المذاهب جائز نہیں ہے یعنی ایک شخص اگر حنفی مسلک کی تقلید کر رہا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ چند معاملات میں حنفی رہتے ہوئے کسی اور مسلک کی اتباع کرے۔ لیکن موجودہ دور میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ہمیں پھر یہ سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں کہ اگر اسلام ایک آفاقی مذہب ہے تو اس آفاقی مذہب میں یہ قید کیا حیثیت رکھتی ہے کہ جس پر بسا اوقات خود ایک ہی مسلک کے لوگوں کا عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے باقی زیر نظر مضمون میں میں اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ اگر ایک مسلک پر عمل کرنے والا کبھی دوسرے مسلک سے اپنا مسئلہ تلاش کرتا ہے تو اس میں اس کی اپنی نفسانی خواہشات کا عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ ان درجہ بالا تشریحات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسالک کا وجود اسلامی ریاست کے لئے خطرہ ہرگز نہیں ہے بلکہ tolerance کا نہ ہونا اسلامی ریاست کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹیں تو ہمیں محمد بن قاسم کے دور میں بہت سے

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

فلاحی کام نظر آئیں گے جن میں سے بعض درجہ ذیل ہیں۔

- 1- Establishment of sea ports at Malabar and Sumandar.
- 2- Introduction of coin age system which replaced barte system.
- 3- Introduction of decimel system.
- 4- Devotion to scientific and pure Islamic education.
- 5- Establishment of Military contonments in the city of Debul, Nerunkot and Sehwan.
- 6- Making sind a Darul Islam.

مگر ان تمام اقدامات کے پس منظر میں یقیناً کچھ زریں اصول کارفرما تھے۔ تمام مورخین اس بات پر شاہد ہیں کہ محمد بن قاسم نے ریاست میں رہنے والی رعایا کو مذہبی آزادی، آزادی اظہار رائے، عبادات کے مختلف طریقوں پر عدم ممانعت، انصاف کی فراہمی اور ہر ایک کو برابری کی سطح پر حقوق فراہم کئے۔ چنانچہ اگر آج بھی ان سنہری اصولوں پر اگر عمل کیا جائے جو محمد بن قاسم نے اسلامی ریاست میں قرآن و سنت کی روشنی میں متعارف کروائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی ریاست اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہے۔

مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اس کا عالمی امن میں کردار

حوالہ جات

- ۱۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۱
- ۲۔ سورۃ المائدۃ، آیت نمبر ۳
- ۳۔ سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۳
- ۴۔ سورۃ الفتح، آیت نمبر ۱۸
- ۵۔ سورۃ الہینۃ، آیت نمبر ۸
- ۶۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۵۲
- ۷۔ سورۃ الاحقاف، آیت نمبر ۱۱
- ۸۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۹، قدیمی کتب خانہ
- ۹۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۰
- ۱۰۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۹
- ۱۱۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱۵
- ۱۲۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۶
- ۱۳۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۶
- ۱۴۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۶
- ۱۵۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۶
- ۱۶۔ فیض سبحانی ج ۲ ص ۶
- ۱۷۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۳